وقف کا مقام اور معاشرہ کے مسائل حل کرنے میں اس کے اثرات

شیخ صالح بن عبد العزیز محمد آل الشیخ
سکریٹری وزارت اوقاف وامور اسلامی ودعوت وتبلیغ
ریاض — مملکت سعودی عرب

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

موضوعات

۱– **مقدمہ**

۲– مبحث اول : وقف کے فقہی زاویے

۳– مبحث دوم : سماجی مسائل کے حل میں وقف کی اہمیت

۴– مبحث سوم : طلاق شدہ عورتوں، بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کی نگہداشت میں اوقاف کی اہمیت

۵– مبحث چہارم : تعلیم وتربیت اور تبلیغ ودعوت کے سلسلہ میں اوقاف کی اہمیت

۶– خاتمہ بحث : بعض سفارشات

مُقدّمۃ

ان الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ نستھدیہ و نعوذ باللہ من شرور أنفسنا و سیئات أعمالنا، من یھد اللہ فلا مضل لہ، و من یضلل فلا ھادی لہ، و أشھد أن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ، و أشھد أن محمدا عبدہ و رسولہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :"یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ و لا تموتن إلا و أنتم مسلمون" (سورہ آل عمران ۱۰۳:) (وہ ذات جس نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیئے، اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا)۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے :"یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالاً کثیراً و نساء و اتقوا اللہ الذی تساء لون بہ و الأرحام إن اللہ کان علیکم رقیباً" (سورہ نساء۱:) (اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بچو، بلاشبہ اللہ تم پر نگراں ہے)۔

نیز فران الٰہی ہے :"یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و قولوا قولاً سدیداً یصلح لکم أعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً"

(سورہ احزاب ۷۰:۷۱) (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سچی بات کہو تا کہ اللہ تمہارے کام سنوارے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے اور جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی پالی)۔

اللہ تعالی نے ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور آپ کے سلسلہ میں فرمایا :"**وما أرسلناک إلا رحمة للعالمين**" (سورہ انبیاء۱۰۷:) (اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے)۔ اسی طرح فرمایا :"**لقد جاء کم رسول من أنفسکم عزيز عليه ما عنتم حريص عليکم بالمؤمنين رؤوف رحيم**" (سورہ توبہ ۱۲۸:) (تمہارے پاس تمہیں میں سے ایسے رسول آئے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری مغفرت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں)۔

اللہ تعالی کا اپنے مومن بندوں پر یہ احسان ہے کہ اس نے انہیں نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کا حکم دیا :"**تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب**" (سورہ مائدہ ۲:) (نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو، گناہ اور سرکشی پر تعاون نہ کرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، بلاشبہ اللہ شدید سزا دینے والا ہے)۔ اللہ تعالی نے ایمان والوں کو ایک دوسرے کا دینی بھائی بنایا تا کہ ہر بھائی اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ "**والله لا يؤمن أحدکم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه**" (خدا کی قسم تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے

لئے پسند کرتا ہے)۔

میرے لئے خوشی ومسرت کی بات ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ذمہ داروں کی گذارش قبول کرتے ہوئے اسلام میں وقف کی اہمیت، معاشرہ کی ترقی کے لئے اس کی ضرورت اور سماج کے معاشی مسائل کے حل میں اس کے کردار کے موضوع پر ایک مقالہ لکھوں، خاص کر اس لئے بھی کہ یہ حضرات ہندوستانی معاشرہ کو درپیش موجودہ مسائل کے حل کے لئے اسلامی اوقاف قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ان مسائل میں سرفہرست یتیموں، مطلقہ عورتوں اور بیواؤں کے حالات ومسائل ہیں، اسی طرح مریضوں کا علاج، مختلف سماجی شعبوں کے تقاضے، صحت کے مسائل نیز تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کی ضروریات بھی ان میں شامل ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وقف انفاق فی سبیل اللہ کے میدان سے متعلق اسلام کی معروف ترین سنتوں میں سے ایک ہے، یہ اپنی حقیقت ومنہج کے اعتبار سے ایک انوکھا اسلامی انتظام ہے۔ یہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے صدقہ جاریہ ہے اور منہج کے لحاظ سے صدقہ کے تسلسل اور صدقہ کے ماخذ کے دوام کا جامع ہے۔ یہ صدقہ کا ماخذ عین وہ شئی ہے جو بلند دینی تعلیمات وقوانین کے مطابق صدقہ کی جائے۔ یہ تعلیمات زندگی کے مسائل میں انسان کی مدد کرتی ہیں۔ وقف نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف اسلامی معاشروں کی ترقی اور تکافل میں اہم کردار ادا کیا ہے، یہ ہر زمان ومکان میں اپنی یہی زبردست کردار ادا کرنے پر قادر ہے اگر اسے نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ کے طریقہ کے مطابق شرعی بنیادوں پر روبعمل لایا جائے۔

پیش نظر مقالہ مندرجہ ذیل مباحث پر مشتمل ہے :

مبحث اول : فقہ الوقف: اس میں اختصار کے ساتھ موضوع کے فقہی زاویہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس کا مقصد وقف کے سلسلہ میں فقہی اجتہادات کی وضاحت کرنا نیز یہ اجاگر کرنا ہے کہ اور وقف کے مسائل میں فقہی احکام اور علماء کی آراء اور ان کے مسالک میں بے حد لچک پائی جاتی ہے۔

مبحث دوم : معاشرہ کی ترقی میں رفاہی اوقاف کا مقام: اس میں اسلامی معاشرہ کو ترقی دینے، آگے بڑھانے، امداد باہمی اور افراد کے تعاون میں رفاہی اوقاف کے مقام ومرتبہ کی توضیح کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اسلامی معاشروں میں اوقاف اب بھی یہ کردار ادا کرسکتے ہیں۔

مبحث سوم اور چہارم میں چند متعین موضوعات پر بحث کی گئی ہے، چنانچہ **مبحث سوم** کا موضوع بیماروں، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کے لئے اوقاف کی اہمیت ہے، اس میں بطور خاص سوسائٹی کے مذکورہ طبقات سے متعلق شرعی احکام کی طرف بھی اشارے کئے گئے ہیں۔

مبحث چہارم میں دعوت وتبلیغ اور تعلیمی میدانوں میں اوقاف کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس میں علم کا مقام واضح کیا گیا ہے نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اس کی اشاعت کے لئے مسلمانوں کو اجتماعی جوجہد کی ضرورت ہے، اسی طرح یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے دور عروج میں کتابوں کی تالیف، نشر واشاعت اور لائبریریوں اور دارالعلوموں کے قیام میں وقف کا کیا کردار رہا ہے۔

بحث کے اختتام میں ہندوستانی مسلمانوں کو درپیش اقتصادی، ترقیاتی اور سماجی مسائل کے حل کے لئے اسلامی اوقاف کے قیام کی تشکیل وتاسیس سے متعلق چند اہم

سفارشات ذکر کی گئی ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اس کام کو اپنی رضا کے لئے خاص کر لے اور سب کو کتاب وسنت کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، سب کی محنتوں کو بابرکت بنائے اوران کو درست راستہ کی رہنمائی فرمائے۔

وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین, والحمد للّٰہ رب العالمین۔

مبحث اول - فقہ الوقف

اسلام میں وقف کی ضرورت واہمیت اور اسلامی معاشرہ کی ترقی میں اس کے کردار پر گفتگو کرتے وقت شاید اس طرف اشارہ کرنا بھی اہم ہوگا کہ امت مسلمہ ایک متبع امت ہے نہ کہ مبتدع (بدعتی)، اس لئے ضروری ہے کہ وقف سے متعلق بعض فقہی احکام کی واقفیت حاصل کی جائے، اس کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا ارادہ ہے کہ ہندوستانی معاشرہ کی ضرورت کے میدانوں سے اعتناء کرنے والے اسلامی اوقاف قائم کرے، یہ میدان اور گوشے صحت، سماج، تعلیم وتربیت، ترقی اور دعوت وتبلیغ سے متعلق ہیں، وقف سے متعلق فقہی احکام کا جاننا اس لئے بھی ضروری ہے تا کہ اس قسم کے اوقاف کا قیام شرعی طور پر درست، کتاب وسنت کے مطابق اور صحابہ ؓ کے عمل پر مبنی ہو، کیونکہ ان اوقاف کی درست شرعی بنیاد ہی ان کے تحفظ اور ان کے دوام وبقاء کی ضامن ہے، کیونکہ صحیح آغاز اور درست مقدمات کا نتیجہ بالعموم بہتری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ اس مقالہ میں وقف کے موضوع سے متعلق بعض فقہی پہلوؤں سے اختصار کے ساتھ تعرض کیا جائے گا، جیسے وقف کی لغوی واصطلاحی تعریف، کتاب وسنت اور عمل صحابہ سے اس کی شرعی دلیلیں، اس کی مشروعیت کی حکمت، اور وقف کے ارکان وشرائط وغیرہ۔

اول: وقف کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

الف — لغوی تعریف: لغت میں وقف کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ وقف

یقف بمعنی "حبس" کا مصدر ہے، تحبیس اور تسبیل اس کے مترادف ہیں، کہتے ہیں : "وقفت الدار للمساکین وقفاً" یعنی میں نے گھر کو مسکینوں کے لئے روک دیا۔ "وقفت الدابة" یعنی میں نے سواری کو روک لیا، لیکن "أوقفت" کہنا درست نہیں، یہ خراب لغت ہے، علماء لغت نے اسے ناپسند کیا ہے، چنانچہ فیروز آبادی کہتے ہیں کہ انھوں نے فصیح کلام میں أوقف یا تو سکت (وہ خاموش رہا) یا أمسک و أقلع (رک گیا) کے معنی میں آتا ہے، جوہری نے کہا کہ کلام عرب میں أوقفت صرف ایک معنی میں آتا ہے جیسے "أوقفت عن الأمر الذی کنت فیه" (میں جس کام میں میں لگا تھا اس سے رک گیا)، راغب نے کہا ہے : لغت میں اس کے معنی ہیں: حرکت سے روک دینا، لغت کی رو سے کبھی حسی ہوتا ہے، مثلاً وقفت الدار اور کبھی معنوی مثلاً "وقفت جھودی لإصلاح الناس" یعنی میں نے اپنی کوششیں اس میدان پر مرکوز کردیں۔

ب۔ اصطلاحی تعریف: وقف کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ اس کے ارکان وشروط میں مختلف فقہی مذاہب کے درمیان اختلاف ہے۔ میں یہاں مذاہب اربعہ کی بعض تعریفات اختصار سے بیان کروں گا:

مذهب حنفی :امام مرغینانی نے اس کی تعریف یوں کی ہے: وقف کسی شئ کو اللہ کی ملکیت قرار دے کر روک لینا اور اس کے منافع کو صدقہ کردینا ہے۔

مذهب مالکی :اقرب المسالک میں ہے کہ یہ مالک کا اپنی مملوک شئ کی منفعت کو اگرچہ اجرت کے ساتھ ہو یا اس کی آمدنی کو مخصوص عبارت کے ذریعہ اتنی مدت تک کے لئے جتنی وہ مناسب سمجھے کسی مستحق کے لئے کردینا ہے۔

مذهب شافعی :الرملی نے اس کی تعریف یوں کی ہے: یہ ایسے مال

کو جس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو، اصل کو باقی رکھتے ہوئے، اس کی ملکیت میں تصرف کئے بغیر کسی موجود اور مباح مصرف کے لئے روک لینا ہے۔

مذہب حنبلی :ابن قدامہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے: یہ اصل کو روک لینا اور ثمرات کو اللہ کے راستہ میں دینا ہے۔ یہ تعریف نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے جو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا : "حبس الأصل وسبل الثمرة"۔

اسلام میں وقف چونکہ شرعی معاملات میں سے ہے، اس لئے اعتبار عملی معانی کا ہوگا الفاظ اور حروف کا نہیں، یہاں وہ تعریف زیر بحث ہے جو معاملات کی صورتوں اور عملی صورت حال سے ہم آہنگ ہو، عملی لحاظ سے میں جس تعریف کو بہتر سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ "مالک شئ مملوک میں اپنا تصرف روک دے اور اس آمدنی یا منافع کو صدقہ کردے نی نی۔

وقف کی مشروعیت

وقف انفاق فی سبیل اللہ اہم ترین، سب سے زیادہ باعث اجر، سب سے زیادہ مفید اور سب سے زیادہ دیر پا طریقوں میں سے ایک ہے، اس کی مشروعیت کے بارے میں کتاب وسنت سے بہت سی نصوص وارد ہیں، اکثر اہل علم کے نزدیک وہ مشروع ہے، جمہور علماء کی رائے اس کے مشروع اور لازم ہونے کی ہے۔

یہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہے، کیونکہ یہ نیکی اور خیر کے کاموں میں سے ہے اور ان بڑی عبادتوں میں سے ہے جن کے ذریعہ بندہ اللہ سبحانہ کی قربت حاصل کرتا ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: سلف اور ان کے بعد کے اکثر اہل علم وقف کو درست سمجھتے ہیں، صرف شریح وقف کے قائل نہیں ہیں جو فرماتے ہیں کہ مال میں اللہ تعالی نے حقوق متعین کر دیئے ہیں، ان کو نظر انداز کرنا اور مال کو روکنا جائز نہیں۔

ابن رشد کہتے ہیں: وقف ایک جاری سنت ہے، اس پر نبی ﷺ اور آپ کے بعد کے مسلمان عامل رہے ہیں، اس کی مشروعیت پر کتاب وسنت اور اجماع دلالت کرتے ہیں۔

الف – قرآن سے وقف کی دلیلیں

کتاب اللہ میں متعدد نصوص اور بہت سی ایسی آیات ہیں جو انفاق کی مشروعیت اور عمل خیر پر آمادہ کرتی ہیں اور خیر کے کاموں میں سب سے اہم عمل وقف ہے۔ یہ نصوص درج ذیل ہیں :

"لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شئ فإن الله به عليم" (آل عمران ۹۲:) (تم ہرگز نیکی نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے)۔

نیز فرمایا:

"يأيها الذين آمنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض ولا تيمموا الخبيث منه تنفقون ولستم بآخذيه إلا أن تغمضوا فيه واعلموا أن الله غني حميد" (بقرہ ۲۶۷:) (اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں خرچ کرو ان مین سے

بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا جیسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کرلو تو، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پروا اور خوبیوں والا ہے)۔

"إنما أموالكم وأولادكم فتنة والله عنده أجر عظيم فاتقوا الله مااستطعتم واسمعوا وأطيعوا وأنفقوا خيرا لأنفسكم ومن يوق شح نفسه فأولئک هم المفلحون إن تقرضوا الله قرضا حسناً يضاعفه لكم ويغفر لكم والله شكور حليم" (تغابن ۱۵:-۱۷) (تمہارے مال اور اولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں اور بہت بڑا اجر اللہ کے پاس ہے۔تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور مانتے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے، اور جو شخص نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے، اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھاتا جائے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا، اللہ بڑا قدرداں بڑا بردبار ہے)۔

اور فرمایا:

"ومايفعلوا من خير فلن يكفروه والله عليم بالمتقين" (آل عمران ۱۱۵:) (یہ جو کچھ بھی بھلائی کریں ان کی ناقدری نہ کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے)۔

اور فرمایا:

"ياأيها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا وعبدوا ربكم وافعلوا الخير لعلكم تفلحون" (حج ۷۷:) (اے ایمان والو! رکوع سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(سورۂ حج:

۷۷)

اور فرمایا :

"مثل الذین ینفقون أموالهم فی سبیل الله کمثل حبة أنبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضاعف لمن یشاء والله سمیع علیم" (بقرہ: ۲۶۱)

(جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالی جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ کشادگی والا علم والا ہے)۔

ب—سنت سے وقف کی دلیلیں

وقف کی مشروعیت سے متعلق بہت ساری احادیث اور بے شمار روایات وارد ہیں، یہ عمومی یا خصوصی طور پر وقف کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں، یہ قولی بھی ہیں اور فعلی بھی۔ خصاف نے ان میں سے بہت سی نصوص کو اپنی کتاب "احکام الاوقاف" میں بیان کیا ہے، ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱— بخاری و مسلم نے صحیحین میں حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: حضرت عمر کو خیبر میں ایک زمین ملی، اس کے بارے میں مشورہ کے لئے وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور بولے: یا رسول اللہ مجھے خیبر میں ایک ایسی زمین ملی جس سے عمدہ کبھی کوئی مال نہیں ملا، اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو اصل کو روک کر اسے صدقہ کر دو نی نی راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اسے صدقہ کر دیا اس نیت کے ساتھ کہ اس کی اصل نہ

فروخت کی جائے گی نہ خریدی جائے گی، نہ اس میں وراثت جاری ہوگی اور نہ وہ بطور ہبہ کسی کو دی جائے گی، فقراء، قرابت داروں، غلاموں، فی سبیل اللہ، مسافر اور مہمانون کے لئے کیا تھا، اس کے ذمہ دار کو دستور کے مطابق اس میں سے لینے کی اجازت تھی، اسی طرح اس سے غیر متمول دوست کو کھلانے کی بھی (بخاری)۔

نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ وقف کی اصل کی درست ہے، نیز اس بات کی بھی کہ یہ جاہلیت کے شائبوں سے پاک ہے، یہی ہمارا اور جمہور کا مسلک ہے۔ اس پر مسلمانوں کا یہ اجماع بھی دلیل ہے کہ مساجد اور سقایات (آب رسانی کے ذرائع) کا وقف درست ہے۔

۲- مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة :إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له" (صحیح مسلم) (جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا اجر اسے ملتا رہتا ہے: صدقہ جاریہ، مفید علم اور نیک اولاد کی دعائیں (صحیح مسلم) نووی نے اپنی شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں وقف کی بنیاد کے صحیح ہونے اور اس کے باعث ثواب ہونے کی دلیل ہے۔

ج- اجماع سے وقف کی دلیلیں

اس کی مشروعیت پر علماء کا اجماع ہے، اسے رافعی اور ابن قدامہ نے بیان کیا

ہے۔

رافعی کہتے ہیں: وقف پر صحابہؓ کا قولی اور فعلی اتفاق مشہور ہے۔

ابن قدامہ نے کہا: جابر فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں کوئی بھی وسعت والا شخص ایسا نہ تھا جس نے وقف نہ کیا ہو، اس پر ان کا اجماع ہے کہ ان میں جو بھی وقف پر قادر تھا اس نے وقف کیا اور یہ چیز مشہور ہوئی، اس پر کسی نے بھی نکیر نہیں کی، لہذا اجماع ثابت ہو گیا۔

حدیث عمرؓ پر ترمذیؒ نے یہ حکم لگایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، صحابہ اور دیگر اہل علم کے نزدیک اس پر ہی عمل ہے، ہم ان کے متقدمین میں زمین وغیرہ کے وقف کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں پاتے (سنن الترمذی)۔

وقف کی مشروعیت کی حکمت

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اسلامی قوانین اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ ایک مسلمان کا اپنے خالق جل شانہ سے تعلق مضبوط ہونا چاہئے۔ اس تعلق کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی توحید خالص، تنہا اسی کی معبودیت اور تمام اقوال وافعال میں صرف اسی کے قصد پر ہونی چاہئے۔ اللہ تعالی نے جتنے بھی احکام نازل کئے ہیں ان کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کی خاطر انسانوں سے باہم محبت کی بنیاد پر مسلمان آپس میں اپنے رشتے مضبوط کریں۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان سے تعلق کو مضبوط بنانے، اس کی خبر گیری اور اس کی حاجت روائی کے اصول تک پہنچادینے والے وسائل میں سے وقف ہے، اس کی حکمتیں عظیم اور اس کے مقاصد بلند ہیں، یہ حکمتیں اور مقاصد مسلمانوں کے عام وخاص مصالح کے دائرہ

میں پورے ہوتے ہیں۔نصوص شرعی واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلامی شریعت بندوں کی مصلحتوں کے لئے وضع کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا :"رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل وكان الله عزيزا حكيماً (نساء۱۶۵:) (ہم نے رسول اللہ ﷺ جو بشات دیئے اور انذار کرتے ہیں تا کہ لوگوں کی اللہ کوئی دلیل نہ رہ جائے، اور وہ عزت والا ہے)۔اور فرمایا :"(وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين نی نی (انبیاء۱۰۷:)(اے نبی آپ تمام دنیا والوں کے لئے صرف رحمت ہی رحمت ہیں)۔

اسلام میں احکام شرع کی تکلیف کی بنیاد مخلوق سے متعلق شرعی مقاصد کی حفاظت پر ہے۔یہ مقاصد تین ہیں:

۱-ضروری

۲-حاجی

۳-تحسینی

ضروری مقاصد کا مفہوم یہ ہے کہ دین ودنیا کے مصالح کے لئے ان کی تکمیل ضروری ہو، ان کی حفاظت دو چیزوں سے ہوگی: ایک اس ذریعہ سے جس سے اس کے ارکان وقواعد کو مضبوط کیا جاسکے اور دوسرے اس ذریعہ سے جس کے سہارے وقوع پذیر یا متوقع خرابی کو دور کیا جاسکے، یعنی سلبی طور پر مقاصد کی رعایت،ضروریات مجموعی طور پر پانچ ہیں:

۱-دین کی حفاظت، ۲-جان کی حفاظت، ۳-نسل کی حفاظت، ۴-مال کی حفاظت، ۵-عقل کی حفاظت۔

جہاں تک مقاصد کی بات ہے تو ان کا مفہوم یہ ہے کہ توسیع کے پہلو سے ان کی ضرورت ہو اور ان کے ذریعہ اس تنگی کو رفع کیا جائے جو اغلبی طور پر حرج میں مبتلا کرتی ہے اور جس سے مطلوب فوت ہو جاتا ہے، ان کا لحاظ نہ رکھا جائے تو مکلفین بالجملہ حرج ومشقت میں مبتلا ہو جاتے ہوں، البتہ یہ حرج مصالح عامہ میں متوقع عمومی فساد کے درجہ میں نہیں ہوتا۔

تحسینی مقصد یہ ہے کہ اچھی عادات واخلاق کو لیا جائے اور عقل سلیم جن بری چیزوں سے ابا کرتی ہو ان سے اجتناب کیا جائے، اس میں مکارم اخلاق بھی آجاتے ہیں، جن چیزوں پر حاجی اور ضروری مقاصد منطبق ہوتے ہیں ان ہی پر تحسینی بھی منطبق ہوتے ہیں مثلاً عبادات میں نفل نمازیں اور تمام سنتیں، زینت وجمال، خیر کے کام کرنا، صدقات، احسان تقرب وغیرہ کے دوسرے کام۔

ان چیزوں میں وقف سماج کے احوال وظروف کے مطابق شامل ہے۔

وقف صدقات، زکاۃ، ہدیے اور خیرات وغیرہ میں انفاق کی صورتیں متنوع ہیں۔ شریعت اسلامی نے مسلمان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ انفاق کی جس مشروع صورت کو چاہے اختیار کرلے۔ تاہم انفاق کی سب سے افضل صورت وہ ہے جس کا فائدہ عام ہو، جو برقرار اور جاری رہے، وقف میں عمومی فائدہ اور نفع ہے، اسی وجہ سے وہ ان عباداتی کاموں میں سے ہو گیا جن سے اللہ کی قربت حاصل ہوتی ہے، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس پر ابھارا ہے، چنانچہ فرمایا: ’’لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شئ فإن اللہ بہ علیم‘‘ (آل عمران: ۹۲) (تم نیکی نہیں پاسکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرلو، اور جو تم خرچ کرو گے اسے اللہ جانتا ہے)۔ اسی طرح فرمایا:

”مثل الذين ينفقون أموالهم في سبيل الله كمثل حبة أنبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم“ (بقرہ۲۶۱:) (ان کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں اس دانہ کی طرح ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں ۱۰۰ دانے ہوں، اللہ جس کے لئے چاہتا ہے دوگنا کر دیتا ہے، اور اللہ وسعت والا وعلم والا ہے)۔

نبی ﷺ نے فرمایا :”إذا مات الإنسان انقطع عمله إلا من ثلاثة :وعد منها صدقة جارية“ (مسلم) (جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا ہر عمل منقطع ہوجاتا ہے، بجز تین کے: اس میں سے آپ نے صدقہ جاریہ کا شمار فرمایا)۔ وقف دو وجوہ سے بقیہ صدقات اور ہدایا سے ممتاز ہے:

پہلی وجہ :اس کا تسلسل

دوسری وجہ :اس کی پائداری

پہلی وجہ : وقف کے تسلسل کے دو پہلو ہیں: ایک یہ کہ وہ ان ابواب خیر میں سے ہے جن کا اجر وثواب جاری رہتا ہے، جیسا کہ حدیث گزری کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا ہر عمل منقطع ہوجاتا ہے، بجز تین کے، صدقہ جاریہ۔۔۔۔۔ واقف کی جانب سے وقف سے یہی مقصود ہوتا ہے۔

دوسرا پہلو خیر اور نیکی کے کاموں میں اس کے فائدہ کا تسلسل ہے جو کہ ملکیت کی منتقلی سے بھی منقطع نہیں ہوتا، امت کے اس سے مستفید ہونے کی جہت سے وقف کا یہی مقصود ہے۔

دوسری وجہ: یعنی وقف کی پائیداری جس کے معنی یہ ہیں کہ وقف ایک مستقل

اسلامی مالیاتی ادارہ ہے جو اس میدان میں خرچ کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے جس کے لئے وقف ہوتا ہے، امت کو جب شدید حالات ومصائب پیش آتے ہیں اس وقت اس کی زبردست خدمت کرتا ہے، وقف اعمال خیر کے تسلسل اور پائیداری کا ذریعہ ہے، کیونکہ دعوتی، تعلیمی اور ریلیف کے کاموں نیز مدارس ومساجد پر خرچ کرنے میں اس کا بڑا کردار ہے۔

وقف کے ہونے سے وہ خدمات اور امت کے وہ فرائض اور سرگرمیاں نہیں رکتیں جو کم آمدنی اور کم انفاق سے رک سکتی تھیں۔ فقہاء نے وقف کی مشروعیت کی مندرجہ ذیل حکمتیں بیان کی ہیں :

۱۔ وقف کے ذریعہ مسلمانوں کے امداد باہمی کے اصول پر عمل ہوتا ہے۔

۲۔ اس کے ذریعہ امت کے مصالح اور اس کی ضرورتیں انجام پاتی ہیں اور اس کی ترقی ونمو پذیری میں مدد ملتی ہے۔

۳۔ اس میں مال کی بقاء اور اس سے دائمی انتفاع کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

۴۔ یہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اجر وثواب کا حصول ہوتا ہے۔

۵۔ اس سے نیکی وخیر کے کاموں کو دوام ملتا ہے۔

۶۔ وقف کے ذریعہ مال کو کھلواڑ سے بچایا جاسکتا ہے مثلاً اولاد کی فضول خرچی یا رشتہ دار کے غلط تصرف سے۔

مجموعی حیثیت سے وقف سے وسیع پیمانے پر اجتماعی مقاصد واہداف کی تکمیل ہوتی ہے، خیر کے وسیع الاطراف کام کیے جاسکتے ہیں، اسلامی معاشرہ کی ضروریات ومطالبات جیسے بھی ہوں ان میں مختلف طرح سے وقف کا استعمال ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے

اخروی اجر وثواب تو ہے ہی۔

ارکان وقف

کسی شئی کا اس کا رکن اس کا وہ جز ولازم ہوتا ہے جس کے بغیر اس کا تحقق نہ ہوتا ہو، کسی معاملہ کا رکن وہ جز ہے جس کے بغیر وہ عقد وجود پذیر نہ ہو، ارکان وقف کے بیان میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے، حنفیہ کی رائے ہے کہ یہ ہر وہ لفظ ہے جو وقف پر دلالت کرے۔ جمہور نے اس کے یہ ارکان بتائے ہیں:

۱۔ واقف

۲۔ جس پر وقف کیا جائے

۳۔ موقوف

۴۔ صیغۂ وقف

ابن نجیم البحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ وقف کا رکن وہ الفاظ ہیں جو وقف پر دلالت کریں۔

خرشی لکھتے ہیں: وقف کے ارکان چار ہیں: عین موقوفہ، صیغہ وقف، واقف، موقوف علیہ۔

نووی نے کہا: اس کے ارکان چار ہیں: واقف، موقوف، موقوف علیہ، اور صیغہ وقف۔

غایۃ المنتہیٰ اور اس کی شرح مطالب اولی النہیٰ میں ہے کہ وقف کے ارکان چار ہیں: واقف، موقوف علیہ، وہ لفظ جس کے ذریعہ وقف کیا جائے اور عین موقوفہ، فقہاء نے

ان الفاظ کی دو قسمیں کی ہیں جن سے وقف منعقد ہوتا ہے:

پہلی قسم: صریح الفاظ یعنی جو وقف پر بغیر کسی قرینہ کے دلالت کریں اس طور پر کہ وہ اسی معنی میں استعمال ہوتے ہوں، وہ یہ ہیں: وقف، حبس، تسبیل، وقف کا لفظ تو اسی کے لئے موضوع لہ اور اسی سے معروف ہے، تحبیس اور تسبیل عرف شرع میں وقف کے لئے ثابت ہیں، مثلاً نبی ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: ”حبس الأصل وسبیل الثمرة“ (اصل کو روک کر اس کے پھل کو وقف کردو)۔

مختصر خلیل اور اس کی شرح الشرح الصغیر میں ہے: چوتھا رکن صریح صیغہ ہے جیسے وقفت، حبست، یا سبلت ہے۔ شیرازی نے لکھا ہے: وقف، حبس اور تسبیل یہ صریحی صیغے ہیں، ابن قدامہ نے مقنع میں لکھا ہے: وقف کا صریح صیغہ وقفت، حبست، اور سبلت ہے۔ حنفیہ کی یہ رائے اوپر گزر چکی ہے کہ وہ وقف کے ارکان کو صیغہ میں محصور کرتے ہیں۔ خرشی کا کہنا ہے: اگر یوں کہے کہ میں نے فقراء اور مساکین یا طلبہ علم وغیرہ کے لئے صدقہ کیا، تو وقف صحیح اور ہمیشہ کے لئے ہوجائے گا بشرطیکہ اس میں اس قسم کی کوئی قید لگادی کہ اسے نہ بیچا جائے نہ ہبہ کیا جائے۔

شیرازی نے کہا: لفظ ”تصدق“ وقف کا کنایہ ہے، کیونکہ یہ لفظ صدقہ نافلہ اور وقف کے مابین مشترک ہے، اس لئے صرف اس لفظ سے وقف کرنا صحیح نہ ہوگا، البتہ اگر وقف کی نیت یا مندرجہ ذیل پانچ الفاظ میں سے کوئی لفظ اس سے جوڑ دیا جائے مثلاً کہے: ”تصدقت به صدقة موقوفة أو محبوسة أو مسبلة أو مثوبدة أو محرمة“ تو وقف ہوجائے گا یا تصدق کے ساتھ وقف کا حکم بیان کردے، مثلاً کہے: یہ وہ صدقہ ہے جسے نہ بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے نہ وراثت میں دیا جائے گا، تب بھی وقف ہوجائے گا،

کیونکہ ان قرائن کے ساتھ اور کوئی احتمال باقی نہ رہے گا۔

دوسری قسم: الفاظ کنائی کی ہے، جن میں وقف کے علاوہ دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو، جیسے صدقہ، نذر تو ان الفاظ سے وقف تبھی صحیح ہوگا جب ان کے ساتھ وقف کے معنی پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ بھی جوڑیں۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: وقف کا کنایہ **تصدقت، حرمت** اور **أبدت** جیسے الفاظ ہیں، کنایہ سے وقف صحیح نہ ہوگا الا یہ کہ اس کی نیت ہو یا دوسرے الفاظ میں سے کوئی لفظ اس سے ملایا جائے یا وقف کا حکم بیان کیا جائے، مثلاً کوئی شخص کہے: میں نے صدقہ موقوفہ کر دیا یا موقوفہ کے علاوہ **محبسة، مسبلة، محرمة** یا **مؤبدة** جیسے الفاظ استعمال کرے یا ساتھ میں یوں کہہ دے: اسے بیچا نہ جائے گا، نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت چلے گی۔

ابن قدامہ الشرح الکبیر میں لکھتے ہیں: اگر کنایات کے ساتھ تین میں سے کوئی چیز جوڑ دی جائے تو کنایہ کے لفظوں سے بھی وقف صحیح ہوجائے گا۔ وہ یہ ہیں:

۱ـــ واقف وقف کی نیت کرے، تو نیت سے وہ باطن میں وقف ہوجائے گا، ظاہر میں نہیں۔

۲ـــ یہ کہ اس میں کوئی لفظ پانچوں الفاظ میں سے جوڑ دیا جائے مثلاً کہے: صدقہ موقوفہ، یا محبسہ، یا مسبلہ یا مؤبدہ یا محرمہ۔

۳ـــ یہ کہ واقف وقف کو اس کی صفات سے متصف کرے، مثلاً کہے : "**صدقة لا تباع، ولا توهب لا تورث**"، اسی پر اکتفا کرے، کیونکہ ملزوم کا ذکر لازم کے صریح ذکر سے بے نیاز کر دیتا ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کا کوئی بھی لفظ کسی مخصوص جہت میں مال

وقف کرنے والا ہی استعمال کرے گا۔

وقف بالفعل حکم

اس مبحث سے وقف بالفعل کا حکم بھی تعلق رکھتا ہے، اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ، مالکیہ اور حنابلہؒ یہ کہتے ہیں کہ وقف بالفعل ثابت ہوجائے گا، اگر اس کے ساتھ ایسے قرائن پائے جائیں جو وقف پر دلالت کریں مثلاً واقف کوئی مسجد بنوادے اور اس میں نماز کی اجازت دے دے۔

مذہب حنفی : مرغینانی فرماتے ہیں کہ اگر مسجد بنادے گا تو اس سے اس کی ملکیت زائل نہ ہوگی جب تک اپنے طریقہ سے اسے ملکیت سے نکال نہ دے اور اس میں لوگوں کو نماز کی اجازت نہ دے دے۔ اگر کسی ایک نے نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی ملکیت زائل ہوجائے گی، اسے ملکیت سے نکالنا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص نہ ہوگی۔ اس میں نماز کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کہتے ہیں کہ حوالگی ضروری ہے اور تسلیم نوع کی شرط ہے جو کہ مسجد ہونے کی صورت میں اس میں نماز سے ہوگی یا اس لئے کہ جب قبضہ دشوار ہو تو قبضہ کی جگہ اس کے مقصود کا تحقق لے لے گا پھر اس میں ایک کی نماز بھی کافی ہوگی، یہ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ سے منقول ایک روایت ہے، کیونکہ پوری جنس کا عمل دشوار ہے کہ ایک کے ذریعہ جماعت سے نماز کی ادائیگی کی شرط لگائی جائے، کیونکہ مسجد تو بالعموم اسی کے لئے بنائی ہی جاتی ہے، امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے اسے مسجد کے لئے کردیا تو اس کی ملکیت زائل ہوجائے گی۔

مالکی مذہب : دسوقی شرح کبیر کے اپنے حاشیہ میں وقف کے صیغہ کے سلسلہ میں خلیل کے قول: حبست ووقفت کے ضمن میں لکھتے ہیں: ایسے الفاظ جو حبست ووقفت کے قائم مقام ہوں، مثلاً تخلیہ کہ مسجد بنائے اور اس کے اور لوگون کے بیچ تخلیہ کردے، اگرچہ مسجد کچھ لوگوں کے لئے مخصوص نہ ہو، نہ یہ تخصیص ہو کہ اس میں فرض پڑھی جائے نفل نہیں، لہذا مسجد بنا کر اس میں لوگوں کو نماز کی اجازت دینا بھی وقف کی تصریح کے مثل ہوگا۔ اگرچہ کسی وقف یا افراد کی تخصیص نہ ہو، ایسے ہی اگر نماز کو مقید نہ کرے کہ فرض ہی ہو، تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی اور اس پر وقف کا حکم لگایا جائے گا۔

شافعی مذہب : شیرازی کہتے ہیں: وقف صرف قول کے ذریعہ ہی درست ہے، لہذا اگر واقف نے کوئی مسجد بنوائی اور اس میں نماز ادا کی یا لوگوں کو اس میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی تو یہ وقف نہیں ہوا۔

نووی کہتے ہیں: اگر مسجد کی طرز کی کوئی عمارت بنوائی یا کسی اور طرز کی کوئی عمارت بنوائی اور اس میں لوگوں کو نماز ادا کرنے کی اجازت دی تو وہ مسجد نہ ہوگی، اسی طرح اگر اپنی ملکیت میں تدفین کی اجازت دی تو اس سے وہ زمین قبرستان نہ ہوگی خواہ اس جگہ میں نماز ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اسی طرح اس میں تدفین ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

حنبلی مذہب : ابن قدامہ کہتے ہیں کہ امام احمد کے مذہب کا ظاہر یہ ہے کہ وقف بالفعل اس پر دلالت کرنے والے قرائن کے ذریعہ ثابت ہوجاتا ہے، مثلاً مسجد بنائی اس میں لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دی، یا مقبرہ بنایا اور اس میں دفن کرنے کی اجازت دی یا پانی کی سبیل بنائی اور اس سے پینے کی لوگوں کو اجازت دی، کیونکہ امام احمدؒ نے ابوداؤد اور ابوطالب کی ایک روایت میں ایسے آدمی کے بارے میں جس نے مسجد میں

کوئی مکان داخل کردیا اور نماز کی اجازت دی، کہا ہے کہ اسے رجوع کا حق نہ ہوگا، یہی حکم اس کا ہوگا جس نے قبرستان بنایا یا سبیل بنوائی اور لوگوں کو استعمال کی اجازت دے دی، اسے بھی رجوع کا حق نہ ہوگا۔

راجح یہی ہے کہ ایسی صورتوں میں اگر قرائن ہوں تو بالفعل وقف ثابت ہو جائے گا، کیونکہ عرف میں اس کا اعتبار ہے اور عرف میں اس پر وقف کی دلالت ہے، لہذا قول کی طرح عرف سے بھی وقف ثابت ہونا چاہیے۔ مثلاً کسی نے اپنے مہمان کے سامنے کھانا پیش کیا تو عرف میں یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے کھانے کی اجازت دے دی، کسی نے راستہ میں پانی کا مٹکا رکھ دیا تو سمجھا جائے گا کہ اس نے یہ فی سبیل اللہ دے دیا ہے۔ کسی نے لوگوں میں کچھ بکھیر دیا تو سمجھا جائے گا کہ یہ اس کو لینے کی اجازت ہے، اسی طرح حمام میں داخل ہونا اور اس کا پانی بغیر اجازت کے استعمال کرنا دلالت حال کی وجہ سے مباح ہوگا۔ تو جس طرح بغیر لفظ بولے لین دین سے بیع ہو جاتی ہے اور دلالت حال سے ہبہ اور ہدیہ صحیح ہو جاتا ہے، اسی طرح یہاں وقف بھی ہو جائے گا۔

مبحث دوم- سماج کی ترقی میں رفاہی اوقاف کی اہمیت اوران کا مقام

بندوں پر اللہ تعالی کی نعمتیں بہت زیادہ اور بے شمار ہیں، اس نے فرمایا :"إن تعدوا نعمة الله لا تحصوها إن الله غفور رحيم" (نحل ۱۸:) (اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کروتو گن نہ سکو گے، بلا شبہ اللہ غفور الرحیم ہے)۔ ان نعمتوں میں سب سے بڑی اور عظیم تر اسلام کی نعمت ہے، اللہ نے فرمایا :"يمنون عليكم أن أسلموا قل لا تمنوا على إسلامكم بل الله يمن عليكم أن هداكم للإيمان إن كنتم صادقين" (حجرات ۱۷:) (یہ لوگ اسلام لے آنے پرتم پر احسان جتاتے ہیں، کہدو اپنے اسلام پر احسان مت جتاؤ، بلکہ اللہ تم پر احسان کررہا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو)۔ اللہ کی نعمتیں تمام احوال، گوشوں اور میدانوں میں متعدد اور متنوع ہیں، یہ زبردست نعمتیں، عظیم احسانات اور بے شمار انعامات تمام ہی لوگوں کے لئے عام ہیں اور زندگی کے ہر چھوٹے بڑے، خفیہ، اعلانیہ اور ماضی، حال ومستقبل اور کائنات کی تمام باریکیوں کو محیط ہیں۔

مسلمان بندوں پر اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے یہ ہے کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، آپ اللہ رب العالمین کے پاس سے ایک متوازن شریعت لے کر آئے جس سے ان کے دنیا وآخرت کے امور درست ہوں اور انہیں صراط مستقیم کی رہنمائی ملے۔ اللہ نے

فرمایا :"هو الذى بعث في الأميين رسولا منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وإن كانوا من قبل لفى ضلال مبين" (جمعہ ۲:) (وہی ذات ہے جس نے امیین میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے)۔ اللہ نے ان کے لئے دین کی تکمیل کی اور ان پر دین کا اتمام کیا، فرمایا :"أليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا" (آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے بطور پسند کرلیا)۔ انھیں خیر امت بنایا جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے، اسی طرح فرمایا : "کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله ولو آمن أهل الكتاب لكان خيرا لهم منهم المؤمنون وأكثرهم الفاسقون نی نی (آل عمران: ۱۱۰) (تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا، کہ تم معروف کا حکم دو، منکر سے روکو اور اللہ پر ایمان رکھو، اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہوگا، ان میں کچھ مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں)۔ اس دین کی تکمیل یہ ہے کہ زندگی کے تمام گوشوں کو محیط اور زندگی کے تمام مادی ومعنوی اطراف وجوانب کو شامل ہے۔ شخصیت انسانی کے تمام مطالبات وضروریات کو پورا کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خالق وقادر مطلق انسانی نفس کی تمام باریکیاں جانتا ہے۔ فرمایا : "ونفس وما سواها فألهمها فجورها وتقواها قد أفلح من زكاها وقد خاب من دساها نی نی (شمس ۷:–۱۰) (اور قسم ہے نفس کی اور جس نے اس ک اتسویہ کیا اس کا فجور اور تقوی الہام کیا۔ جس نے نفس کا تزکیہ کیا وہ بامراد ہوا اور اس نے اس کو گولا کرلیا وہ نامراد ہوا)۔ اور اللہ تعالی تمام انسانوں کی بغیر رنگ،

زبان اور نسل کے اختلاف کے، ضرورتیں پوری کرتا ہے، کیونکہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انسانیت کا بناؤ کس میں ہے اور بگاڑ کس میں، لہذا جن چیزوں میں بناؤ ہے ان کا حکم دیا، جن میں بگاڑ ہے ان سے روکا اور اسلامی قوانین کا وہ نظام دیا جو اس دین کو کامل ومکمل کرتا ہے۔ اس نے نظام کو ہر زمان ومکان کے قابل بنایا جو زندگی کے امور کی تنظیم کرتا ہے، راستہ کی رہنمائی کرتا ہے، فاسد ار کج امور کو درست کرتا ہے۔ گم کردہ راہ کو راہ دکھاتا ہے۔ فقیر کی مدد کرتا، یتیم کی کفالت کرتا اور معاشرہ کے تمام افراد کے ہمدردی کی روح پیدا کرتا ہے، یہ اللہ کا بڑا احسان، اس کا فضل اور بندوں پر اس کی بڑی رحمت ہے، وہ رحمان ورحیم ہے۔ اس نے اپنے رسول کو تمام انسانوں کے لئے آخری پیغام دے کر بھیجا ہے تا کہ آپ تمام دنیا والوں کے لئے رحمت بنیں، فرمایا :"**وما أرسلناک إلا رحمة للعالمین**" (انبیاء: ۱۰۷) اس رحمت نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو گھیر لیا ہے، لہذا وہ تمام اسلامی قوانین کی ایک صفت لازمہ ہے، رحمت ربانی شریعت اسلامیہ میں ظاہر ہے، اس کا احساس صرف وہی مسلمان کرسکتا ہے جو دیندار ہو اور ظاہری وباطنی طور پر دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہو، یہ تعلیمات ہمیشہ اس کے نفس کو صاف، قلب کو پاکیزہ اور روح کو شفاف کردار اور بلند بنائیں گی، ہمیشہ اسے خیر پر عمل پیرا ہونے، نیک اعمال کرنے اور اللہ کی رضاجوئی کے لئے اپنی قیمتی سے قیمتی چیز قربان کرنے پر آمادہ کریں گی جس کا یہ حال ہو اور یہ صفت ہو وہ ہمیشہ رب کی چوکھٹ پر پڑا رہے گا، دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہو تو رحمت اس کے دل سے کبھی جدا نہیں ہوگی، وہ اسے چاہے گا، اسے لٹائے گا، اور سب کو اسی کی نصیحت کرے گا جیسا کہ اللہ نے فرمایا :"**ثم کان من الذین آمنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة**" (بلد ۱۷:) (پھر وہ ہو گیا ایمان والوں میں

سے جو صبر کی وصیت کرتے ہیں جو رحمت کی وصیت کرتے ہیں)۔کیونکہ وہ اپنے ایمان کی رو سے جانتا ہے کہ اللہ کی مخلوق پر رحم کرکے وہ خود اپنے لئے خدا کی رحمت لا رہا ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی تصدیق ہے،جس میں آپ ﷺ نے فرمایا :''إنما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء'' (بخاری) (اللہ اپنے بندوں میں انھیں پر رحم کرتا ہے جو رحمدل ہوتے ہیں)۔اور آپ ﷺ نے فرمایا :''ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء'' (طبرانی) (تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا)۔اپنے ایمان ویقین اور نبی کی تصدیق کے باعث وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ مخلوق خدا پر رحم نہیں کرے گا تو اللہ کی رحمت سے محروم ہوجائے گا بلکہ دنیاوی زندگی میں بھی بدبختی اس کے حصہ میں آئے گی، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا :''لاتنزع الرحمة إلا من شقي'' (رحمت کسی شقی کے دل سے ہی کھینچی جاتی ہے)۔

اس کے علاوہ سماج کے افراد کی باہمی ہمدردی کا عظیم حاصل اور بلند مقام مضبوطی اور وحدت ہے اور رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی تصدیق ہے کہ محبت باہمی اور آپسی تراحم ومہربانی میں مسلمانوں کی مثال جسد واحد کی ہے،جس کا کوئی عضو بیمار ہوجائے تو رات جگے اور بخار کے باعث سارے جسم پر اس کا اثر پڑے گا، اسی طرح ایک محرک اور بھی ہے جو جذبہ رحمت کو ابھارتا ہے اور آدمی کو خرچ کرنے اور لٹانے پر آمادہ کرتا ہے، وہ ہے مومن کی یہ خواہش کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :''والذی نفسي بیدہ لا یؤمن أحدکم حتی یحب لأخیه مایحب لنفسه'' (مسلم) (خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی

وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)۔

انفاق فی سبیل اللہ کے لئے ان بلند اسلامی قوانین کے اغراض ومقاصد اور حکمتوں پر جس کی بھی نظر ہوگی اسے معلوم ہوگا کہ وہ بنی نوع انسان کے مابین تکافل، تعاون اور وحدت کے سلسلہ میں اتنی بلندی پر ہیں کہ جہاں تک کوئی بھی وضعی قانون نہیں پہنچتا، کیونکہ یہ ایسے بشری قوانین ہیں جن کو خطاء کمی یا نقص عارض ہوتا ہے، پھر اس قسم کی اسلامی تعلیمات دو بنیادوں پر مشتمل ہیں: دنیا کا اجر وثواب تمام تر اشکال وانواع کے ساتھ اور آخرت کا ثواب جسے اللہ نے بندوں کے لئے تیار کیا ہے اور جس کی حقیقت محض اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ انفاق کے سلسلہ کی ہی اسلامی تعلیمات میں سے ایک میدان اوقاف کا بھی ہے، جس کا دائرۂ کار انسان کی ضرورتوں اور حاجتوں کی تکمیل ہے۔ اوقاف انسان کو ایک ترقی یافتہ اور مہذب انتظام کے ذریعہ جس سے انسان کی ضرورت بھی پوری ہو اور انسان کی کرامت کی بھی حفاظت ہو، محتاجی اور تنگ دستی سے بچاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :"ولقد کرمنا بنی آدم" (بنی اسرائیل ۷۰:) (ہم نے بنی آدم کو تکریم دی ہے)۔ یہ اسلامی قوانین انسان کو اس سے بچاتے ہیں کہ وہ اپنے کو ذلیل کرے یا اپنی توہین کرے جو تنگی ومحتاجی میں دست سوال دراز کرنے اور مانگنے سے ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ شریعت نے اسے اپنی تعلیمات اور قوانین کے ذریعہ نفس کے مطالبات اور ضروری حاجات بھی فراہم کردیئے اور اس نفس کو تذلیل سے بھی بچالیا۔ اس نے سماج کی تعمیر اور امن کی برقراری کے ساتھ ان ذرائع کو بھی بند کردیا جو انسان کی ضرورت ومحتاجی سے پیدا ہوتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتیں پوری کرنے میں وہ بہت سی غلطیاں کر گزرتا ہے۔

اس لئے ہم پاتے ہیں کہ انفاق فی سبیل اللہ کے میدان میں اسلامی ہدایات فقر ومحتاجی کو دور کنے کے مادی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اخروی ومعنوی پہلوؤں پر بھی مشتمل ہیں، جس کا ادراک فی سبیل اللہ خرچ کرنے والے کو ہوتا ہے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وہ بہترین منہج دیا ہے جس میں تزکیہ نفس اور سماج میں خیر کے کام علی الدوام کرتے رہنے کی ضمانت ہے، اس کے بہت سے راستے ہیں جن میں سب سے افضل وقف ہے، وقف وہ صدقہ جاریہ ہے جو سب سے زیادہ مکمل سب سے زیادہ ثواب والا، عملی پہلو سے سب سے زیادہ مفید، سب سے زیادہ دائمی نفع کا حامل اور سب سے زیادہ پائیدار ہے، کیونکہ وہ سماج کی مضبوطی وتکافل کا تحفظ کرتا ہے، لوگوں میں میل ملاپ اور محبت پیدا کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ نتیجہ خیز کاموں پر ابھارتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وقف شریعت اسلامیہ میں زبردست مقام دیا گیا، اسے سب سے مؤکد سنت بتایا گیا اور اسے صدقہ وانفاق فی سبیل اللہ کے افضل ابواب میں سے قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی ﷺ فرماتے ہیں: "**إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاثة: إلا من صدقه جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له**" (مسلم) (جب کسی آدمی کی موت ہوجاتی ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، سوائے تین باتوں کے: صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ نبی ﷺ کی یہ مبارک سنت امت کو اللہ تعالی کے اس فرمان پر عمل کے لئے ابھارتی ہے: "**آمنوا بالله ورسوله وأنفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه فالذين آمنوا منكم وأنفقوا لهم أجر كبير**" (حدید:۷) (.. ....)"۔

خیر کا کام کرنے والوں سے اللہ سبحانہ وتعالی نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، ارشاد ہے:

''لیس علیک ہداہم ولکن اللہ یہدی من یشاء وما تنفقوا من خیر فلأنفسکم وما تنفقون إلا ابتغاء وجہ اللہ وما تنفقوا من خیر یوف إلیکم وأنتم لا تظلمون نی نی (بقرہ: ۲۷۲) (..

.....................)اور ارشاد ہے: ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شئ فإن اللہ بہ علیم نی نی (آل عمران: ۹۲) (.......................

....)۔

اسلام میں وقف کی تاریخ اور مسلمانوں کی زندگی میں اس کے اثرات کا مطالعہ کرنے والا پائے گا کہ وہ زندگی کے تمام تر شعبوں، علمی، سماجی اور اقتصادی وغیرہ میں اسلامی معاشرہ کے لئے بہت مفید حل پیش کرتا ہے، وقف کے ذریعہ سے ہی بہت سے گوشوں میں اسلامی تہذیب پھلی پھولی، چنانچہ اسلامی شہروں میں اسپتال بنائے گئے۔ فقراء ومساکین اور بیماروں کے لئے علاج کا انتظام کیا گیا، اسی طرح فقراء اور محتاجوں کے لئے سرائے بنائے گئے، مساجد کی تعمیر ہوئی، قرآن کریم کے حفظ کے حلقے قائم ہوئے، وقف سے چلنے والے دار المطالعے قائم ہوئے، یہ وقف کے وہ عظیم اثرات ہیں جو پوری مسلم دنیا پر پڑے۔

یہیں سے دیکھا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشروں میں اسلامی اوقاف کے مثبت اور نتیجہ خیز اثرات کیا تھے اور انھوں نے مختلف اداروں میں اسلامی تہذیب کو مالا مال کرنے میں کیا بلند کردار ادا کیا، اسلامی معاشروں کو آگے بڑھانے اور ان میں مختلف

اقتصادی، سماجی اور صحتی وترقیاتی ادارے قائم کرنے میں وہ کیا سرگرم کردار کرسکتے ہیں۔

علمی تحقیق، تعلیم وتربیت کتب خانوں اور علاج ومعالجہ اور طبی تحقیقات کے لئے اسپتال اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قیام میں آج بھی وقف کے کردار کو سرگرم بنایا جاسکتا ہے، نیز اس کے ذریعہ غربت کو ہٹایا جاسکتا ہے، اس طرح کہ جو کام کرسکتے ہوں انھیں روزگار دیا جائے اور جو کام نہ کرسکتے ہوں ان کی ضرورتیں پوری کی جائیں نیز اور بھی میدانوں میں اس سے کام لیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح سماجی اجتماعی، انسانی اور ترقیاتی پہلوؤں سے ہم پاتے ہیں کہ ان میدانوں میں وقف نے ماضی میں بھی زبردست کردار ادا کیا ہے اور یہ صدقات جاریہ کی سب سے عظیم اور درست ترین تعبیر ہے۔ ان صدقات کا جذبہ انسانی نفس میں اندر سے پیدا ہوتا ہے جو دینے، خرچ کرنے اور عمل خیر پر ابھارتا ہے، اللہ کی رضا جوئی کے علاوہ اور کوئی دباؤ، پابندی اور واجبات اس کے محرک نہیں بنتے، اس طرح دنیا میں مسلم معاشرہ کے افراد کے مابین تعاون اور تکافل ہوتا ہے، چونکہ مقصد نیک اور نیت بلند ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں باہمی میل ملاپ، محبت، تکافل اور وحدت باہمی پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: **"وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"** (سورۂ مائدہ ۲:) (..........................) پر عمل ہوگا اس صدقات جاریہ کا درجہ بھی بہت بلند ہوجاتا ہے۔

مذکورہ بالا فرمان الٰہی اہل خیر، ثروت مند اور باغیرت افراد کو بڑی سخاوت کے ساتھ اسلامی معاشرہ میں ترقی اور اجتماعی کفالت کے تمام میدانوں میں خرچ کرنے پر ابھارتا ہے۔ یہ میدان وہ ہیں جو مسلم معاشرہ کی تمام ضرورتوں کو محیط ہیں اور اہم ترین

گوشوں میں بہت بڑا رول ادا کرتے ہیں، یعنی سماج کو آگے بڑھانے کے وہ کام کرنا جن میں یتیموں کی کفالت، فقراء ومساکین کی مدد، بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کی نگہداشت، دارالعلوموں اور حفظ قرآن وغیرہ کے مدارس اور اجتماعی خدمات دیگر تمام گوشے آجاتے ہیں۔

اسلامی وقف نے سماجی مسائل کے حل میں ایک بڑا انسانی کردار ادا کیا جو تمام انسانی، اجتماعی، ترقیاتی، صحتی اور تعلیمی میدانوں میں ممتاز ہے، اسی طرح دعوت الی اللہ میں بھی اس کا کردار نمایاں ہے۔ اسی سے وہ نمونہ سامنے آیا جو ہر حال میں اور ہر زمان ومکان میں قابل تقلید ہے۔ اوقاف اسلامیہ کے اس کردار کا احیاء اس مبارک سنت نبوی کی طرف رجوع سے ہوگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرہ ترقی میں وقف کی ضرورت واہمیت کے سلسلہ میں شعور پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اسی طرح اس مبارک میدان میں جو لوگ خرچ کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان کے حوصلوں کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز موجودہ زمانے کے مطالبات کے موافق نظام وقف کے نئے خدوخال وضع کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

مبحث سوم- مطلقہ عورتوں، یتیموں، بیماروں اور بیواؤں کی خبر گیری میں اوقاف کی اہمیت

اسلام نے معاشرہ کے ان تمام طبقات کی طرف زبردست توجہ دی ہے جو خبر گیری اور توجہ کے مستحق ہیں، اس میدان میں اس کے قوانین نہایت اہم ہیں، چنانچہ اس نے ان لوگوں کو زمانہ کے مصائب اور ظروف واحوال کے تغیرات کے تھپیڑے کھانے کے لئے بے یارومددگار نہیں چھوڑ دیا تاکہ یہ مشکلات وپریشانیاں اسے بڑے خطرات اور خطرناک نتائج تک نہ پہنچادیں اور وہ ان حالات سے نمٹنے کی کوشش میں شریعت مخالف اقدامات نہ کربیٹھیں۔ اس لئے اسلام شدت سے اس بات کا خواہاں ہے کہ ہر گروپ کے لئے جو تعاون وخبر گیری کا ضرورت مند ہو ایسے قوانین بنائے جو اس کو مادی ومعنوی طور پر مصائب سے محفوظ رکھیں، اس کی ضرورتیں پوری کریں، اس نے کبھی زکاۃ جیسے فرائض کے ذریعہ اور کبھی انفاق فی سبیل اللہ اور خیر کے مختلف کاموں مثلاً وقف اور صدقات نافلہ وغیرہ پر ابھار کر مسلم معاشرہ کو ان قوانین کی پابندی کی تعلیم دی ہے۔

ان اوقاف کو اگر اللہ کے حسب منشا استعمال کیا جائے، ان کی سرمایہ کاری بہتر طور پر کی جائے اور شرعی دائرہ میں نیز زمانے کے مطالبات اور زمانی ومکانی احوال کو سامنے رکھا جائے تو مسلم سماج میں کوئی بھی ایسا گروپ نہ رہ جائے گا جس کو مدد وتعاون کی

ضرورت ہوگی، ہر ایک کی ضرورت پوری ہوجائے گی۔ اسلامی قوانین کے دائرہ میں رہتے ہوئے ضرورت، محتاجی اور فقر کو دور کرنے میں کسی کی عزت پامال نہ ہوگی۔ اور مسلم معاشرے کے تمام افراد میں تکافل، تعاون اور مضبوط تعلق قائم ہوجائے گا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ قول پورا ہوجائے گا :"**مثل المؤمنین فی توادھم وتعاطفھم وتراحمھم کمثل الجسد إذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمی**" (اپنی مودت باہمی، تعاطف اور تراحم میں مومنین کی مثال جسد واحد کی ہے، جس کا ایک عضو بھی اگر بیمار ہوجائے تو اس کا اثر سارے جسم پر رات کو جاگنے اور بخار سے پڑے گا نی۔ اس طرح کوئی بھی گروپ بغیر مدد وتعاون اور خبر گیری کے نہیں رہ جائے گا۔

سماج کے ان حصوں میں جن کو اوقاف کی توجہ تاریخ کے مختلف ادوار میں حاصل رہی ہے وہ بھی ہیں جن کا حکم ہم یہاں بیان کریں گے یعنی مطلقات اور وہ بیوائیں جوان کے حکم میں ہوں۔

اول — اسلام میں بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کی خبر گیری

اسلام نے مطلقات کے سلسلہ میں زبردست اہتمام کیا ہے، چاہے حفاظتی تدابیر کا معاملہ ہو یا علاج کا۔ حفاظتی تدابیر کے سلسلہ میں اسلام نے کوشش یہ کی ہے کہ سماج میں طلاق کے حالات کم سے کم ہوں، یہ صرف ضرورت اور ناگزیر حالات ہی میں ہو جبکہ اس کے بغیر کوئی حل ہی نہ ہو، اس سلسلہ میں اسلام نے دو متوازی حل پیش کیے ہیں جو یوں ہیں:

الف — اس کا انتظام کہ طلاق کے حالات کم سے کم ہوں

یہ اس طرح کہ شریعت میں طلاق کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور اللہ کے نزدیک اسے ابغض الحلال بتایا گیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے۔ (اسے بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے)۔

ب — ان حالات کو دور کرنے کی کوشش پر ابھارا جو طلاق کی طرف لے جاتے ہوں تاکہ طلاق کے وقوع سے قبل ان کو حل کرنے کی کوشش ہو اور طلاق کے وقوعہ کو روکا جا سکے۔ اسلام نے یہ ضمانت دی ہے کہ اگر فریقین کی نیت صحیح ہو اور اصلاح حال کا ارادہ ہو اور اللہ کی خوشنودی مطلوب ہو تو دونوں کے مابین صلح ہو سکتی ہے۔

(آیت قرآنی مع ترجمہ)

(اگر تم ان کے مابین اختلاف سے ڈرتے ہو تو ایک حکم شوہر کے گھر والوں سے اور ایک حکم بیوی کے گھر والوں سے مقرر کر دو اگر دونوں فریق اصلاح چاہیں گے تو اللہ کو دونوں کو اس کی توفیق دے گا۔ بلاشبہ اللہ علیم وخبیر ہے۔ (سورۃ نساء: ۳۵)

اور فرمایا:

آیت قرآنی مع ترجمہ

اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہیں زندگانیٔ دنیا اور اس کی زینت مطلوب

ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلادوں اور اچھائی کے ساتھ رخصت کردوں۔ (سورۂ احزاب: ۲۸)

اور فرمایا:

(آیت قرآنی مع ترجمہ)

اے مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی انھیں طلاق دیدو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو، لہذا تم ان کو کچھ نہ کچھ ضرور دیدو، اور بھلے طریقہ پر انھیں رخصت کردو۔ (سورۂ احزاب ۴۹:)

اور فرمایا:

آیت قرآنی مع ترجمہ

اگر تمہارے کہنے پر وہ بچہ کو دودھ بھی پلائیں تو انھیں ان کی اجرت دو۔ (سورۂ طلاق: ٦)

آیت قرآنی مع ترجمہ)

تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان (طلاق والی) عورتوں کو بھی رکھو اور انھیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر وہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہو لے انھیں خرچ دیتے رہا کرو۔ (سورۂ طلاق ٦:)

عنوان نکاح کی ترغیب:

ب— اسلام نے نوجوانوں کو شادی پر ابھارا ہے، خواہ کنواری عورت سے یا

شوہر دیدہ سے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

آیت مع ترجمہ

آپ ﷺ نے فرمایا :

حدیث نقل کریں

(اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نفقہ پر قادر ہو وہ شادی کرلے اور جس کو اس کی استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ سے شہوانی قوت ٹوٹتی ہے) (صحیح بخاری)، اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

حدیث نقل کریں)

(عورت سے نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کے جمال کی وجہ سے، اس کے دین کی وجہ سے، تم دین دار کو ترجیح دو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں) (صحیح بخاری)۔

اگر ایک مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات پر عمل کرے گا تو معاشرہ میں مطلقات کا تناسب بہت کم ہوجائے گا اور اس طرح اس مسئلہ پر بہت آسانی سے قابو پایا جاسکے گا۔

حجۃ الوداع میں آپ نے عورتوں کے حق میں عمومی اور بیواؤں اور مطلقہ عورتوں

کے حق میں خاص طور پر نصیحت کی، فرمایا :

حدیث نقل کریں)

)

(عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کہ تم نے ان کو لیا ہے اللہ کی امانت کے بدلے، ان کی شرمگاہیں تم نے حلال کی ہیں، اللہ کے کلمہ کے ذریعہ تمہارے اوپر ان کی روزی اور معروف کے مطابق ان کو پہنانا ہے)(مسلم)۔

جہاں تک بیواؤں کی بات ہے تو وہ عورتوں کے عموم میں تو داخل ہی ہیں لیکن اسلام نے جہاں مساکین اور محتاجوں کی مدد، ان کی خبر گیری پر ابھارا ہے وہیں بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کی بھی ترغیب دی ہے: حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

(حدیث کے الفاظ

(مسکین اور بیوا کی دیکھ بھال کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی مانند ہے۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: وہ رات میں عبادت کرنے والے اس شخص کی طرح ہے جو تھکتا نہیں اور اس روزہ دار کی مانند ہے جو افطار نہیں کرتا (النووی)۔

ہر زمانہ میں اسلامی اوقاف نے مطلقہ عورتوں اور بیواؤں وغیرہ کی مشکلات ومسائل کو حل کیا ہے اور فقر وتنگدستی کے وقت ان کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کی ہے جب ان کے لئے تمام راستے بند ہوجاتے ہیں، ان کے لئے اوقاف خاص کئے جاتے تھے جن کی آمدنی ان پر خرچ کی جاتی تھی، اسی طرح ان کو مکان دیئے جاتے، نفقہ

اور لباس کا انتظام کیا جاتا، ان کو ہر وہ چیز دی جاتی جس سے ان کی ضرورت پوری ہوتی ہو، ان کی صحیح اسلامی طریقہ پر خبر گیری یوتی اور ان کی مدد کی جاتی کہ وہ کتاب اللہ کا حفظ کریں، شرعی علوم سیکھیں اور وہ کام بھی انھیں سکھائے جاتے تھے جو ایک مسلمان عورت کے لئے مناسب ہیں بلکہ وقف کے ادارے اس سے بھی آگے بڑھ کر شریعت کے مطابق ان کی شادی بھی کرتے تھے، تاکہ عورت کی حیاء اور عزت کا تحفظ ہو سکے۔

دوم — اسلام میں مریضوں کی دیکھ بھال

سماج میں جو طبقہ خبر گیری، توجہ اور مدد کا سب سے زیادہ مستحق ہے وہ بیماروں کا ہے، یہ وہ گروپ ہے جس کو مختلف حکمتوں اور اسباب کی بنا پر اللہ تعالی نے ابتلاء میں ڈال دیا ہے اور اسی وجہ سے سماج کے دوسرے لوگوں پر ان کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ مہربانی اور ہمدردی کا سلوک کریں اور اگر بیماری کے ساتھ فقر وفاقہ، تنگ دستی اور احتیاج ہو اور علاج کرانے کی سکت بھی نہ ہو تو اس سے انسان اور زیادہ متاثر ہوتا ہے، اسی مشقت کے لحاظ سے مریض پر خرچ کرنے والے کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔

اسلام نے بحیثیت دین رحمت کے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل ہے، اپنے قوانین کے ذریعہ انسانیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لیا ہے اور اپنی عمومی ہدایات کے ذریعہ تکافل، اتحاد اور تعاون کے میدان میں ایک منفرد نظام دیا ہے، ان ہی عمومی ہدایات کے تحت مریضوں کی نگرانی، دیکھ بھال اور ان کی مدد بھی آجاتی ہے، تا آنکہ اللہ اپنے فضل وکرم سے انھیں شفاء عطا کرے، کیونکہ اس کی رحمت تو سبھی انسانوں کے لئے عام ہے۔

جہاں تک خصوصیت کے ساتھ مریضوں پر توجہ دینے کا تعلق ہے تو اسلام نے ان سے اعتناء کرنے، ان کی خبر گیری اور ان کے علاج وعیادت پر ابھارا ہے اور اس پر زور دیا ہے کہ ان کے حوصلوں کو بلند کیا جائے اور مادی ومعنوی طور پر ان کی مدد کی جائے، تا آنکہ اللہ کے فضل سے وہ شفایاب ہوجائیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ باعتبار ضعف، مرض اور اپنی حالت کے اسلام نے ہمارے حال پر بہت توجہ دی ہے اور یہ بات سامنے رکھی ہے کہ سماج میں بیمار سب سے زیادہ مدد اور تعاون کے مستحق ہوتے ہیں، خاص کر جب کہ وہ فقیر ومحتاج بھی ہوں۔ اسلام کی یہ توجہ بیمار کے علاج ومعالجہ سے شروع ہوکر شفاء کے بعد بھی اس کی خبر گیری اور اس وقت تک اس کی کفالت تک رہتی جب تک وہ پوری طرح شفایاب ہوکر کام کاج کے لائق نہ ہوجائے۔ اسی طرح اسلام نے اس پر بھی ابھارا ہے کہ بیمار کی عیادت کی جائے، کیونکہ عیادت سے اس کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور علاج پر بھی اس کا اچھا اثر پڑتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس پر ابھارا ہے، چنانچہ فرمایا :

حدیث کے الفاظ

(مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا نیز آپ نے فرمایا :

حدیث کے الفاظ

(مریض کی عیادت کرو، بھوکے کو کھلاؤ اور مصیبت زدہ کی مدد کرو)

(بخاری)، اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

حدیث کے الفاظ

(جس نے کسی بیمار کی عیادت کی یا اللہ فی اللہ بھائی سے ملاقات کی تو اسے ایک ندا دینے والا پکارتا ہے کہ تم خوش رہو، تمہارا چلنا مبارک ہو اور تم جنت میں ایک گھر پاؤ) (سنن ابن ماجہ)۔ اسی طرح ایک حدیث قدسی میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

الفاظ حدیث

(اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا: آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا، میرے رب تو تو رب العالمین ہے، میں تیری عیادت کیسے کرتا، کہے گا: تجھے معلوم نہیں ہوا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی زیارت نہیں کی، تو نہیں جانتا کہ اگر اس کی عیادت کرتا تو مجھے بھی اس کے پاس پاتا) (رواہ مسلم)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ہدایات بیماروں کی خبر گیری، توجہ، علاج اور ان کی عیادت کے سلسلہ میں بہت ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ نصوص بھی ہیں جو باہمی ہمدردی اور تعاون پر ابھارتی ہیں اور ایسے نصوص بھی ہیں جو خاص طور پر بیماروں سے متعلق ہیں۔

اسلام کے ہر عہد میں اوقاف نے ایک عظیم کردار ادا کیا ہے، آج بھی جبکہ نت نئے امراض ظاہر ہو رہے ہیں جن کو اب سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا، اوقاف کے اس کردار کو زندہ کیا جا سکتا اور ان کے نقوش کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

آج اگرچہ تشخیص علاج کے طریقوں میں تبدیلی آ گئی ہے، علاج کے طریقوں میں ترقی ہوئی ہے، لیکن علاج معالجہ پر اتنا زیادہ صرفہ آتا ہے کہ فقراء ومساکین اور محتاج لوگ اس کی استطاعت نہیں رکھتے، لہذا آج شدید ضرورت ہے کہ مریضوں اور اسپتالوں کے لئے اوقاف قائم کرنے کا اہتمام کیا جائے اور بطور خاص غریب اور محتاج بیماروں کی مدد وتعاون کے لئے وقف کے فنڈ قائم کئے جائیں۔

مبحث چہارم- تعلیم اور دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں اوقاف کی اہمیت

علم وتعلیم اور دعوت الی اللہ دو عظیم کام اور ایسے میدان ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا مقام بلند کیا ہے، ان کی عزت بڑھائی ہے اور ان کے ذمہ داران وکارکنان کی عزت وافزائی کی ہے، دنیا میں ان کی جو توقیر واعتراف فضل ہوتا ہے وہ تو الگ آخرت میں اجر عظیم کا وعدہ بھی ان سے فرمایا ہے۔ ان دونوں کاموں سے اسلام نے اتنا زبردست اعتناء کیا ہے کہ جس کی کوئی نظیر سابق یا بعد کے کسی نظام وقانون میں نہیں ملتی، ان کے شرف کے لئے یہ کافی ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے پہلی آیت وہ ہے جو قراءت (پڑھنا) کی دعوت دیتی ہے، اور قراءت ہی علم وتعلم کا دروازہ ہے، اللہ تعالی نے فرمایا :

آیت مع ترجمہ

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو خون کے جمے لوتھڑے سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب بڑی عزت والا ہے، جس نے قلم سے سکھایا انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا۔ (سورۂ علق: ۱-۵)

ان آیات کریمہ میں غور وفکر کرنے والا پائے گا کہ مضمون کی ابتداء قرآت سے ہوئی پھر قلم کا بیان ہوا اور قلم ہی کتابت کا وسیلہ اور علم وتعلیم کا رمز ہے، اس کے بعد بتایا گیا

کہ خدا نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

اس سے دین اسلام کا راست طریق کار معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے درجہ میں توحید خالص کا دین تو ہے ہی اس کے بعد وہ علم ومعرفت کا دین ہے، جس میں لوگوں کو امور دین سکھائے جاتے ہیں، انھیں حق کی اور صراط مستقیم کی دعوت دی جاتی ہے، اسی سے مولی تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی ہوتی ہے جس کا ارشاد ہے:

آیت مع ترجمہ

تمہارے پیکر میں ایسی امت ہونی چاہیے کہ لوگوں کو خیر کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے، منکر سے روکے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔ (سورۂ آل عمران: ۱۰۴-۱۰۸)۔

اسی طرح فرمایا:

آیت

تمام مومنین (علم وحیاء کے لئے) باہر نہیں نکل سکتے تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر گز ہو میں سے ایک جماعت نکلے اور دین میں تفقہ حاصل کرے اور پرھ واپس جا کر اپنی قوم کو انذار کرے تا کہ لوگ آگاہ ہو جائیں۔(سورۂ توبہ ۱۲۲:) نیز فرمایا:

آیت مع ترجمہ

کہدو، یہی میرا راستہ ہے میں علم وشعور کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور

میرے پیروکار اللہ کی پاکی ہو میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (سورۃ یوسف ۱۰۸:)

قرآن میں بہت سی نصوص وارد ہیں جو علماء کی شان بلند کرتی ہیں، مثلاً اللہ تعالی نے فرمایا:

آیت مع ترجمہ

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے ہیں اور جنھیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا۔ (سورۃ مجادلہ ۱۱:) اللہ نے بتایا کہ علماء وہ لوگ ہیں جو اپنی معرفت الٰہی، حلال وحرام کی معرفت اور اللہ تعالی کے امر ونہی کی پابندی کے باعث لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ فرمایا:

آیت مع ترجمہ

الہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔ (سورۃ فاطر ۲۸:)

وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں جس نے ارشاد فرمایا:

آیت مع ترجمہ

اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو نیکی وہ کرے ہو اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا

تھا۔ اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگذر فرما۔ اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے ہمیں کافروں پر مدد عنایت فرما۔ (سورۃ آل عمران: ۲۸۶)۔

اسلام میں علم وعلماء اور تعلیم کی اس زبردست اہمیت کے پیش نظر اور علی وجہ البصیرۃ دعوت الی اللہ، اللہ کے دین کی حفاظت اور اسلامی معاشرہ میں ان کی شدید ضرورت کے باعث، معاشرہ کی رفعت شان، ترقی اور اللہ کے دین کی نشر واشاعت اور امور دین اور عقیدہ کی حفاظت اور مر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے، اسلامی اوقاف نے تاریخ کے تمام ادوار میں علم اور دعوت الی اللہ کے میدانوں میں ایک بڑا کردار ادا کیا اور ہمیشہ ان کو امور کو اوقاف کی پڑی توجہ وعنایت حاصل رہی، ان پر زیادہ سے زیادہ خرچ کیا گیا، ان کے تحفظ کی کوشش ہوئی اور ان کے ذمہ داران وکارکنان کو عزت وتوقیر ملی، اس سے وہ علم اور دعوت کے میدان میں اپنا مطلوبہ کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکے۔

علم وتعلیم اور خاص کر شرعی علوم کی اشاعت کے سلسلہ میں اسلامی اوقاف نے وہ زبردست اور نمایاں کردار ادا کیا کہ اس تفصیل اس مختصر مقالہ میں بیان کرنا مشکل ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم وتعلیم کے ان اوقاف میں مشترک قدر یہ تھی کہ وہ ان کاموں کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ موجودہ دور کی طرح سرکاری ادارے اور ایجنسیاں اور وزارتیں نہیں ہوتی تھیں جو تعلیم وغیرہ پر خرچ کریں، اس صورت میں تمام تر انحصار صرف اوقاف کی مالیات اور ان کی آمدنی پر تھا جن کا فیض تعلیم وعلوم اور حفظ قرآن کے تمام حلقوں کو پہنچتا تھا بلکہ علم وتعلیم کا کوئی بھی گوشہ ان کے فیض سے محروم نہ تھا جیسا کہ تاریخی مراجع بتاتے ہیں، ان کے مطابق وہ چاہے مساجد میں لگنے والے علم

کے حلقے ہوں یا الگ سے مدارس کا قیام ہو، سب کے لئے مالی بنیاد وقف ہی تھا۔ متعدد تاریخی مصادر بتاتے ہیں کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں تعلیمی ادارے سب وقف کے نظام پر قائم تھے۔

لہذا اگر اوقاف کا نظام نہ ہوتا بطور خاص عہد مملوکی میں تو یہ مدارس اپنی بنیاد کھو دیتے۔ تعلیم اور مدارس کے سلسلہ میں اوقاف جو اخراجات کیا کرتے تھے ان میں مدارس کی تعمیر، مدرسین کی تنخواہیں طلبہ کی ضرورتیں مثلاً کتابیں روشنائی کاغذ، کھانا اور لباس وغیرہ سب شامل تھے، تاریخ بتاتی ہے کہ ابوصالح احمد بن عبدالمالک المؤذن النیساپوری کتب حدیث کے ذخیرہ کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ان کی حفاظت کے لئے اوقاف سے انہیں سرمایہ ملتا تھا۔ کچھ اوقاف محدثین کی ضروریات روشنائی وغیرہ فراہم کرتے تھے۔

القدس میں المدرسۃ العمریہ کا وقف تھا جس میں طلبہ روزانہ تقریباً ایک ہزار روٹی دی جاتی تھی، اس کے علاوہ دیگر اوقاف سے کپڑے، برتن وضو کے لوٹے اور روشنی کے لئے تیل فراہم کیے جاتے تھے۔ اس طرح علم کے حلقے، مدارس اور تعلیمی سرگرمیوں سے متعلق تمام امور انھیں اوقاف سے انجام پاتے تھے، پورے عالم اسلامی میں بڑی مساجد بھی حفظ قرآن علم کے حلقوں اور علوم شرعیہ کی اشاعت کی مرکز تھیں، مثلاً مکہ مکرمہ میں مسجد حرام، مدینہ منورہ، میں مسجد نبوی، مسجد بصرہ، مسجد کوفہ، مسجد قرطبہ، الجامع الاموی، قاہرہ میں مسجد عمرو بن العاص، حتی کہ بعض مساجد میں علوم کے حلقے وسعت اختیار کر کے پوری پوری یونیورسٹیاں بن گئیں، مثلاً جامع قرطبہ، الجامع الازہر، جامع القرویین جامع الزیتونہ وغیرہ، ان تمام سرگرمیوں کو سرمایہ مذکور چیریٹیبل اوقاف ہی فراہم کرتے تھے۔

اس مختصر رسالہ میں اوپر جو مذکور ہوا اس سے ہمیں یہ تحریک ملتی ہے کہ اوقاف کو ہم اس کا سابقہ کردار لوٹائیں خاص کر اس لئے بھی آج مسلم معاشروں میں آبادی بڑھ چکی ہے، تعلیم کے اخراجات بڑے مہنگے ہو گئے ہیں اور کئی مسلم ممالک تنہا اپنے فرزندوں کی تعلیم وتربیت کے اخراجات اٹھانے کے متحمل نہیں ہیں۔ لہذا ایسے ملکوں کو شدید ضرورت ہے کہ اس میدان میں کوئی ان کی مدد وتعاون کرے، یہ تعاون اوقاف کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ ان اوقاف کے ساتھ جو تعلیمی میدان کے لئے مختص ہوں ہر ملک کے ساتھ اصحاب ثروت کے عطیے اور چندے بھی تعلیمی سرگرمیوں کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کریں اس سے علمی سرگرمیاں اپنے سابقہ کردار کی طرف لوٹ آئیں گی، اوقاف کے سرمایے اور آمدنیاں ان کو بنیادی طور پر مالیات فراہم کریں گی۔

دعوت وتحفظ دین

دعوت وتبلیغ اور تحفظ دین کے میدان میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ تمام اسلامی ادوار میں اوقاف اسلامی بڑا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو عامل بنیادی کردار ادا کرتے تھے جو اہل خیر کو مذکورہ میدانوں میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے پر ابھارتے تھے۔

پہلا عامل

پہلا عامل یہ تھا کہ وقف انفاق کے ان راستوں میں سے ہے جس پر بہت ابھارا گیا ہے۔ اس میں خرچ کرنے سے تزکیہ نفس بھی ہے۔ خیر ومعروف کو برقرار رکھنا

ہے۔ یہ ان طریقوں میں سے ہے جو خالصتاً اللہ کے لئے نیکی اور انفاق کے ہیں جو زیادہ نفع بخش، زیادہ اجر والے، زیادہ مفید اور زیادہ پائیدار اثرات والے ہیں۔ کیونکہ یہ راستے سماج کی مضبوطی، یک جہتی اور تکافل کی حفاظت میں حصہ لیتے ہیں۔ انسانی قلوب سے کینے دور کرتے ہیں اور معاشرہ کے تمام افراد میں محبت واتحاد پیدا کرتے ہیں۔ دنیا وآخرت میں اس کے فضل کے تذکروں سے کتاب وسنت کی نصوص بھرے پڑے ہیں۔

دوسرا عامل

دوسرا عامل دعوت الی اللہ کی فضیلت، اس میں مشغول ہونے کی فضیلت اور اس کے کارکنان وذمہ داران کا مقام ومرتبہ ہے، جیسا کہ اوپر گزرا، اسی طرح لوگوں کے امور دین کو سیکھنے اور عبادت وغیرہ دوسرے اعمال کو صحیح طریقہ پر ادا کرنے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی فضیلت اور معاشرہ کی صلاح وفلاح میں اس پہلو کی اہمیت ہے۔ نیز یہ کہ ان امور میں مشغول ہونے والوں اور کارکنوں سے آخرت میں اجر عظیم کا وعدہ ہے، کیونکہ یہ کام وہ خالصتاً لوجہ اللہ کرتے ہیں۔ انفاق، دعوت وتبلیغ امر بالمعروف ونہی عن المنکر وغیرہ کے جو کام ہیں وہ سب اللہ کی خوشنودی ورضا کے حصول کے لئے کئے جاتے ہیں اور جو لوگ بھی ان کاموں میں سرمایہ لگاتے ہیں انہیں اجر وثواب کی بشارت ہے۔

اس طرح دو عامل تھے جو لوگوں کو خیر کے کاموں میں خرچ اور انفاق پر آمادہ کرتے تھے۔ خاص طور پر ان میں خرچ کرنے پر آخرت میں جو اجر عظیم ملے گا اس کے باعث اہل خیر اور غیرت مند اہل ثروت کو اللہ کے راستہ میں، دین کی دعوت وتبلیغ میں اور تحفظ دین کے میدانوں میں خوب خوب خرچ کرنے کی تحریک ملتی تھی۔ اسی طرح اپنے ہم

مذہب یا ہم جنس محتاج وغریب انسانوں کی شدید ضروریات زندگی کا پورا کرنا بھی خیر وثواب کے کاموں میں آتا ہے، ساتھ ہی دین کی دعوت جو تمام حاجتوں اور ضرورتوں سے بڑھ کر حقیقی اور ضروری ہے، جیسا کہ علامہ ابن القیمؒ نے صراحت کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''لوگوں کو شریعت کی ضرورت ان کی دوسری تمام حاجتوں سے بڑھ کر ہے حتی کہ شریعت کی انہیں اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے جتنی سانس لینے کی ہوتی ہے کھانے اور پینے کا تو ذکر ہی کیا ہے، کیونکہ سانس نہ لینے اور کھانا پانی نہ ملنے سے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ موت آجائے گی جبکہ شریعت نہ ہونے سے روح اور دل تمام فاسد ہوجائیں گے۔ ابدی ہلاکت ہوگی، ان دونوں کے مابین زمین وآسمان کا فرق ہے، موت سے صرف بدن ہلاک ہوتا ہے، لہذا لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کی دعوت کی معرفت، اس کی دعوت، اس پر صبر، اس کے لئے شریعت سے بغاوت کرنے والوں جہاد جب تک کہ وہ اس میں واپس آجائیں کی ضرورت سب سے زیادہ شدید ہے اور دنیا میں بناؤ اور صلاح اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتانی نی۔

معاشرہ کی اصلاح اور صراط مستقیم پر استقامت، اللہ کے دین کی حفاظت، دین کے بارے میں شکوک وشبہات کو دور کرنا، لوگوں کو امور دین سکھانا وغیرہ جیسے عظیم مقاصد ہیں جنھوں نے آخرت کے ثواب اور اللہ کے ساتھ نفع بخش تجارت کے ساتھ مل کر ایک زبردست محرک کی شکل اختیار کرلی اور اسی محرک نے مسلم معاشروں میں لوگوں کو اپنے مال وسرمایہ اللہ کے دین کی دعوت اور اس کی حفاظت میں لگا دینے پر ابھارا، چنانچہ وقف کے مالوں اور جائیدادوں کی کثرت ہوگئی، وقف کی صورتیں بھی بڑھتی گئیں، حتی کہ وقف نے علم ودعوت الی اللہ کے مختلف میدانوں کے مطالبات پورے کئے بلکہ بعض

اوقاف کی آمدنیاں ان کے اخراجات سے بھی بڑھ گئیں، ان سب کی تفصیلات کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

عصر حاضر میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ نیکی وخیر اور دعوت دین کے کاموں کو برابر اہل خیر اور ثروت منداپنے سرمایوں اور مالیات سے فیض پہنچا رہے ہیں جو رضائے الٰہی کے لئے ان میدانوں میں مسابقت کر رہے ہیں۔ الحمدللہ کہ آج کے لوگ بھی رسول اکرم ﷺ صحابہؓ اور سلف امت کی اقتدا کر رہے ہیں، کیونکہ امت محمدیہ میں خیر قیامت تک باقی ہے۔ ہم پاتے ہیں کہ ان میں بہت سے لوگ مسجدوں کی تعمیر، داعیوں کی کفالت، دعوتی کتابوں کی طباعت اور دعوت کے دیگر مطالبات وضروریات پر خرچ کرنے کے لئے مسابقت کر رہے ہیں۔

اس وجہ سے ہمیں بھی ان کی پیروی اور ان کی اقتداء کی ضرورت ہے، کتاب وسنت اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں، یہ ضروری ہے کہ ہم خیر کے اس کام کو ترقی دیں اور نئے نئے گوشے وا کریں جو موجودہ زمانے کے مطالبات کے مطابق ہوں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ وقف کے مخصوص فنڈ قائم کیے جائیں جو خیر کے کاموں کے لئے ہوں تاکہ دعوت الی اللہ اور تحفظ دین کے میدانوں کے لے مالی ذرائع اور مادی مدد وخیر کا نہ سوکھنے والا سرچشمہ اور غیر منقطع ذریعہ بن جائے۔ ہمیں یہ بھی کرنا چاہیے کہ ان فنڈز میں سماج کے تمام لوگوں کے لئیہ حصہ لینے کا دروازہ کھولیں، کیونکہ اس سے فرد ومعاشرہ پر اس کے اچھے اثرات پڑیں گے اور دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل ہوگی۔ ہمیں دیکھنا چاہے کہ ہمارے ارد گرد میں وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے عیسائی چرچوں اور ان کی مشنریز کے لئے کتنا مال وقف کر رکھا ہے حتی کہ ایک ایک مشنری چرچ کی آمدنی اور بجٹ اتنا ہوتا ہے کہ پوری

پوری حکومتوں کا بھی اتنا بڑا بجٹ نہیں ہوتا۔

خاتمہ بحث:

اب میں اس مقالہ کے آخر میں بعض سفارشات پیش کرتا ہوں، تا کہ جب اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا معاشرہ کی دعوتی، تعلیمی اور صحتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نئے اوقاف قائم کرے تو ان سفارشات سے بھی فائدہ اٹھائے، یہ سفارشات سرخیاں ہیں اور فقہ اکیڈمی ان کو وسعت دے کر عملی زمین پر ان کو فعال بنا سکتی ہے، تا کہ بننے والے اوقاف سلامت بھی رہیں، صحیح سمت میں کام کریں اور ان سے جو آمدنیاں حاصل ہوں وہ خیر وفلاح کے منابع بنیں جن سے معاشرہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مستفید ہو۔

۱۔ سب سے پہلے تو یہ کہ اوقاف کو صحیح شرعی اصول پر قائم کیا جائے جو اس میدان میں کتاب وسنت اور عمل صحابہ سے مستفاد ہوں۔

۲۔ ایسا شرعی بامقصد ابلاغی پروجیکٹ بنایا جائے جس کے وسیلہ سے لوگوں کو وقف اور اس کی شرعی اصل سے واقف کرایا جائے اور مسلمانوں کی زندگی میں اس کے تصور کو راسخ کیا جاسکے۔

۳۔ وقف کے انتظامی امور کے لئے وہ انتظامی ڈھانچہ اختیار کیا جائے جو ہندوستان میں مسلمانوں کے احوال وظروف کے مطابق ہو اور جس میں ان کے قانونی اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی حالات کی رعایت رکھی گئی ہو۔

۴۔ انتظامی ہیئت کی بنیادوں کو ترقی دی جائے اور معلومات کو قابل اعتماد شکل میں مرتب کیا جائے اور اس کے لئے مینجمنٹ کے جدید ترین نظریات اور سائنٹفک

تکنیک کو اختیار کیا جائے تا کہ اوقاف کی تنظیمی تاسیس اس کے کاموں کے مطابق ہو اور وہ فعال شکل میں اپنا مشن انجام دیں جو اور جو واقفین کی شرائط کے بھی مطابق ہو، اس کے لئے کمپیوٹر اور پروگرامنگ کی جدید ترین ٹکنالوجی سے استفادہ ناگزیر ہے جن سے اوقاف کی کارکردگی میں اضافہ ہوگا۔

۵۔ اوقاف کے تمام کاموں کی بہتر پلاننگ ہو، اس کے لئے مختصر مدتی اور طویل مدتی منصوبے بنائے جائیں جو کہ آخر کار اوقاف کے تمام مطلوبہ کاموں اور سرگرمیوں کی تکمیل پر منتج ہوں گے۔

۶۔ معاشرہ کے مطالبات اور ضروریات کا دقت نظر سے مطالعہ کیا جائے تا کہ ان میدانوں کی تحدید کی جاسکے جن میں اوقاف کام کریں گے کہ وہ ضروریات سماجی ہیں، صحت سے متعلق ہیں یا تعلیمی یا دعوتی وغیرہ۔

۷۔ وقف اور سرمایہ کاری کی نئی صورتیں پیدا کی جائیں جو ان مطالبات کو پورا کرسکیں جن کا ذکر اوپر آیا اور ساتھ ہی اس مالی معیار کے مطابق بھی ہوں کہ سماج کے افراد اس میں شامل ہوسکیں، یعنی وہ صورتیں وقف کے کاموں میں اکثر لوگوں کو حصہ داری کی اجازت دیتی ہوں۔

۸۔ معاشرہ میں جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں یا ان میں کسی ایک میدان میں وقف کے فنڈ بنائے جائیں۔ اس کے لئے یہ دیکھا جائے گا کہ معاشرہ کو کس میدان اور کس چیز میں تعاون کی زیادہ ضرورت ہے۔

۹۔ وقف کے کاموں کا باریک بینی سے جائزہ اور وقفہ وقفہ سے احتساب کیا جائے تا کہ خرابیوں کو جان کر ان کی تلافی کی جائے اور خوبیوں کو پرکھ کر مزید آگے بڑھا